علوم حدیث وفقہ میں کوفہ کا سابقہ مقام و مرتبہ: ایک جائزہ

Past Status of Kūfah in Ḥadīth and Fiqh: An Overview

* حافظ محمد فیاض

** ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہری

Abstract

Located on the banks of the Euphrates River in Iraq, the city of Kūfah was first developed by 'Umar (RA) in the 17th century. Although a war-torne, it is still considered amongst the major and important centres of the country. The city was initially established as a garrison to efficiently conduct the military operations and invasions in Iran. Due to its geographic location and pleasant climate a large number of ṣaḥāhab, tābi'ūn and their succcessors migrated to the city of Kūfah. The inward migration got acceleration in the period of caliph 'Ali (RA) when he declared it as his capital. The migration of large number of scholars made Kūfah a prominent learning Centre in the disciplines of Ḥadīth and Fiqh. Both the caliphs paid special attention towards preservation and expansion of Islamic knowledge in this city. The present article presents some glimpses from the past in this regard.

Keywords: Kūfah, Ḥadīth and Fiqh in early Kūfah, Early Kufan scholars of Ḥadīth, Early Kufan scholars of Fiqh

مقدمہ:

کوفہ شہر کی بنیاد 17 ہجری میں فتح قادسیہ کے بعد خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ذریعے رکھی گئی تھی۔ کوفہ کی بنیاد رکھنے کا سب سے بڑا مقصد اس علاقے میں ایک فوجی چھاؤنی قائم کرنا تھی تاکہ مملکت ایران کے اندر ہونے والی اسلامی فتوحات کو بہتر طور پر انجام دیا جاسکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ اس شہر کی مسجد اتنی بڑی ہونی چاہیے کہ تمام مجاہدین اس میں جمع ہو سکیں لہذا اس وقت کوفہ کی اس مسجد میں چالیس ہزار افراد کی گنجائش تھی۔

کوفہ کی بنیاد پڑنے کے بعد اس شہر کی طرف پوری اسلامی مملکت سے ہجرت کرنے والوں میں اضافہ ہونے لگا تھا چونکہ ایک تو یہ شہر دریائے فرات کے نزدیک تھا جس کی وجہ سے اس کی آب و ہوا بہت خوشگوار تھی۔ دوسرا ایران کے نزدیک ہونے کی وجہ سے اس کی اقتصادی اور معاشی صورت حال بھی بہت بہتر تھی اور پھر مسلمان مجاہدین کے ذریعے فتح ہونے والے علاقوں کا مال غنیمت اور خراج بھی اس شہر کی اقتصادی رونق کا سبب بن چکا تھا جس کی وجہ سے عام لوگوں کا رجحان اس شہر کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

کوفہ کی طرف لوگوں کی ہجرت کا سلسلہ 36 ہجری میں اور بھی زیادہ ہو گیا تھا چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شہر کو اپنا دارالخلافہ بنادیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب 37 ہجری میں جنگ صفین کا واقعہ پیش آیا تو اس میں شرکت کرنے والوں کی تعداد 65 ہزار افراد سے زیادہ ذکر کی گئی ہے۔ اگر ان کے ساتھ ان کے خاندانوں کا بھی حساب لگایا جائے تو یہ تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچتی

---

* اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ۔

** اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ۔

ہے۔ ہجرت کرنے والوں میں اپنے وقت کے بہت بڑے علماء اور فقہاء بھی شریک تھے۔ جو کہ بعد میں علم حدیث کی نشر واشاعت میں مرکز کوفہ سے اپنا کردار ادا کرتے رہے۔

صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے مختلف بلاد و امصار میں چلے جانے سے وہاں کتاب وسنت کی تعلیم کے مدارس کھل گئے جہاں دور دراز علاقوں کے طلبہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے چشمہ علم سے اپنی پیاس بجھاتے، اس دور میں مساجد تعلیم گاہ اور دارالحدیث کی حیثیت رکھتی تھیں، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین مختلف مساجد میں بیٹھ کر ان کے تلامذہ ان کے گرد حلقہ باندھ کر ان سے استفادہ کرتے اور اسے اپنے سینوں میں جاگزیں کر لیتے تھے۔

عہد صحابہ وتابعین میں کوفہ علم حدیث اور علم فقہ کا سب سے بڑا مرکز اور مخزن تھا یہ شہر چونکہ نو مسلم افراد کا مسکن تھا اس لئے یہاں تعلیم وتربیت کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خصوصی توجہ دی اور صحابہ کرام کی بڑی تعداد کو یہاں بسایا۔ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ تھے، ان کے افعال واقوال میں حضور ﷺ کی تعلیم قدسی کی ہی جھلک تھی اور انہی کی بدولت دین اسلام کا تسلسل قائم ہوا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ بھیجا تو آپ نے اہل کوفہ کو ان کی اقتداء کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"فاقتدوا بهما واسمعوا وقد آثرتكم بعبدالله بن مسعود على نفسي"[1]۔

"تم ان دونوں کی اتباع کرو اور ان کی بات سنو، بے شک میں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تمہارے پاس بھیج کر) تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے"

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں صحابہ کرام کی مقتداء حیثیت ہمیشہ سے مسلم رہی اس لئے انہیں محتاط رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تھا چنانچہ صحابہ کرام کے اقوال واعمال کی اتباع، تابعین وتبع تابعین میں جاری رہی۔ اس طرح جملہ احادیث کی نشر واشاعت میں صحابہ کے افعال واقوال نے اہم کردار ادا کیا۔

مرکز کوفہ کا علمی مقام:

وہ عظیم الشان اسلامی شہر جو صدیوں تک علوم اسلامیہ کا مرکز بنا رہا اور جو عہد مرتضوی سے لیکر بغداد کے تعمیر ہونے تک وسعت علم اور کثرت حدیث میں تمام بلاد اسلامیہ میں ممتاز تھا جس کو علامہ نووی دار الفضل والفضلاء بتاتے ہیں[2] اور صاحب قاموس قبۃ الاسلام ودار ہجرۃ المسلمین لکھتے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس شہر کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا۔ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا ہے:

"كان اغلب قضاياه بالكوفة"[3]

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیشتر فیصلے کوفہ میں صادر ہوئے"۔

حافظ ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں:

"انما ظهر علم على وفقهه فى الكوفة بحسب مقامه فيهاعندهم مدة خلافته"[4]۔

"بلاشبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا علم اور آپ کا تفقہ کوفہ میں اس قدر ظاہر ہوئی جتنا کہ آپ نے اپنی مدت خلافت میں کوفہ میں ان کے یہاں قیام فرمایا"۔

حافظ ابن حزم[5] نے فضائل اندلس پر جو رسالہ لکھا ہے اس میں جناب امیر کے قیام کوفہ کی مدت پانچ سال اور چند ماہ بیان کی ہے[6] لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے حاشیہ پر تصریح کی ہے: "صوابه اربعة اعوام"[7] ترجیح یہ ہے کہ یہ مدت چار سال ہے۔

اس میں شک نہیں کہ باب مدینہ العلم کی آمد سے کوفہ کی علمی افق پر چار چاند لگ گئے تھے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ کوفہ آپ کی تشریف آوری سے بہت پہلے عہد فاروقی ہی میں قرآن وسنت کا دار العلوم بن چکا تھا چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ[8] کے درج ذیل تصریحات قابل ذکر ہیں:

الف: "وانما كان غالب علمه فى الكوفة ومع هذا فأهل الكوفة كانوا يعلمون القرآن والسنة قبل أن يتولى عثمان فضلاً عن على"[9]۔

"اور بلاشبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیشتر علم کوفہ ہی میں رہا تاہم اہل کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وقت تو کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے سے بھی بیشتر قرآن وسنت کا علم رکھتے تھے"۔

ب: "فان أهل الكوفة التى كانت داره كانوا قد تعلموا الايمان والقرآن وتفسيره والفقه والسنة عن ابن مسعود وغيره قبل أن يقدم على الكوفة"[10]۔

"لوگ ایمان، قرآن، تفسیر قرآن، فقہ اور سنت کا علم حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں تشریف آوری سے پہلے ہی حاصل کر چکے تھے"۔

ج: "ولما ذهب الى الكوفة كان اهل الكوفة قبل أن يأتى هم قد أخذوا الدين عن سعد بن ابى وقاص وابن مسعود وحذيفه وعمار وأبى موسى وغيرهم ممن ارسله عمر الى الكوفة"[11]۔

"جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لے گئے تو اہل کوفہ آپ کے وہاں آنے سے بیشتر حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت عمار اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے جن کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کوفہ روانہ کیا تھا دین حاصل کر چکے تھے"۔

فقہاء کوفہ میں اس کا خاص اہتمام تھا کہ جب کسی صحابی کی وہاں آمد ہوتی تو لوگ اس کے پاس آکر جمع ہو جاتے اور رسول کریم ﷺ کی حدیثوں کے سننے کی خواہش ظاہر کرتے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں امام شعبی سے روایت ہے:

"لما قدم عدى بن حاتم الكوفة اتيناه فى نفرمن فقهاء اهل الكوفة فقلنا له حدثناماسمعت من رسول الله ﷺ"[12]۔

"حضرت عدی بن حاتم جب کوفہ تشریف لائے تو ہم فقہاء کی ایک جماعت کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران سے عرض کرنے لگے کہ آپ نے جو کچھ رسول کریم ﷺ سے سنا ہے ہمیں بھی بیان فرمائیے"

امام ابو حنیفہ بااین وسعت نظر ہمیشہ اس بات کے درپے رہتے کہ جب کوفہ میں کوئی نامور محدث آتے تو اس کی معلومات سے اپنے علم میں اضافہ کرتے۔ چنانچہ امام نضر بن محمد مروزی[13] جو امام صاحب کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں:

"لم أر رجلا الزم للاثر من ابی حنیفة قدم علینا یحییٰ بن سعید الأنصاری وهشام بن عروة وسعیدبن ابی سعید أبی عروبة فقال لناأبوحنیفة أنظروا اتجدون عندهولاءشیئاً نسمعه"[14]۔

"میں نے امام ابو حنیفہ سے زیادہ کسی شخص کو حدیث سے اعتناء کرنے والا نہیں دیکھا، ایک دفعہ ہمارے پاس یحی بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ اور سعید بن ابی عروبہ آئے تو امام ابو حنیفہ ہم سے فرمانے لگے کہ دیکھو تو ان لوگوں کے پاس تمہیں کوئی ایسی چیز بھی ملتی ہے کہ جس کا ہم بھی سماع کریں"۔

امام ابو حنیفہ کے ایک اور شاگرد محدث عبد العزیز بن ابی رزمہ رحمہ اللہ[15] کا بیان بھی اسی کے قریب قریب ہے چنانچہ امام عبد اللہ حارثی[16] بسند ناقل ہیں:

"حدثنا داؤد بن ابی العوام سمعت وهب بن زمعة سمعت عبدالعزیز بن ابی رزمةوذکرعلم ابی حنیفة بالحدیث فقال قدم الکوفة محدث فقال ابوحنیفة لاصحابه انظروا هل عنده شيء من الحدیث لیس عندنا قال و قدم علینا محدث آخر فقال لأصحابه مثل ذلک"[17]۔

"عبد العزیز بن ابی رزمہؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے علم حدیث کا تذکرہ چھیڑا اوراسی سلسلہ میں یہ بھی بتایا کہ ایک بار کوفہ میں ایک محدث آئے تو امام ابو حنیفہؒ اپنے اصحاب سے فرمانے لگے دیکھو ان کے پاس حدیث میں کوئی ایسی چیز ہے کہ جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ عبد العزیز کا بیان ہے کہ دوبارہ ایک اور محدث ہمارے پاس آئے جب بھی آپ نے اپنے اصحاب سے یہی فرمایا"۔

نافع بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"کوفہ میں مختلف ذہنیتوں اور مسالک کے لوگ ہیں"[18]۔

وکیع بن الجراح[19] کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے سنا:

"آپ نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے اہل کوفہ کو جو خط لکھا اس کا سرنامہ تھا اہل اسلام کے سربراہوں کے نام"[20]۔

حضرت جابر عامر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کوفہ والوں کو لکھا:

"الى رأس العرب"[21]

"عرب کے سر کی طرف"

بنی عامر کا ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی طرف جو خط لکھا اس میں اہل کوفہ کا ذکر ان الفاظ میں تھا:

"اللہ کا نیزہ یا بھالا، ایمان کا خزانہ اور عرب کا سر، اپنی سرحدوں کی حفاظت کرنے والے اور شہروں کو تہذیب وتمدن سے آراستہ وپیراستہ کرنے والے"[22]۔

اعمش سے شمر بن عطیہ[23] روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"عراق میں یہ ایمان کا خزانہ ہے، اللہ کی تلوار ہے اور اس کا نیزہ جہاں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے۔ قسم خدا کی اللہ ضرور ضرور کوفہ والوں کی مدد کرے گا۔ زمین کے مشارق ومغارب میں جیسا کہ اس نے کنکریوں سے مدد کی تھی"[24]۔

عمار الدہنی[25] سالم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

"کوفہ اسلام اور مسلمانوں کا قبہ ہے"[26]۔

سلمہ بن کہیل[27] روایت کرتے ہیں کہ سلمان نے کہا:

"جس جوش وجذبے کے ساتھ محمد ﷺ کے زمانے میں مدینہ کی حفاظت کی جاتی تھی، اسی جوش وجذبے کے ساتھ کوفہ کی مدافعت کی جاتی ہے جو شخص بھی اس کو خراب وویران کرنا چاہے گا اللہ اسے ہلاک وبرباد کرے گا"[28]۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"خدا کی قسم کوئی بستی وشہر والا اپنے شہر کی حفاظت ومدافعت اس طرح نہیں کرتا جس طرح کوفہ کی کرتے ہیں۔ مگر اصحاب محمد ﷺ جنہوں نے آپ کی پیروی کی"[29]۔

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں:

"ابو صادق[30] نے کہا کہ میں اس بات کو سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ سب سے پہلے دجال کس شہر والوں کا دروازہ کھٹکھٹائے گا لوگوں نے پوچھا وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا وہ تم ہی لوگ تو ہو گے"[31]۔

شعبی کہتے ہیں کہ:

"قرظہ بن کعب الانصاری[32] نے کہا ہم نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ باصرار ہمیں رخصت کرنے کے لئے ہمارے ساتھ چلے۔ آپ نے دو مرتبہ وضو وغسل کیا اور فرمایا تم جانتے ہو میں تمہیں رخصت کرنے تمہارے ساتھ کیوں آرہا ہوں؟ ہم نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے

صحابی ہیں۔ اس لئے آپ ہمارے ہمراہ چل رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ بات تو درست ہے لیکن ایک اور بات بھی ہے تم ایسے لوگوں کی طرف جارہے ہو کہ وہ تلاوت قرآن کرتے رہتے ہیں اور اس طرح گنگناتے رہتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں بھنبھناتی ہیں۔ تم احادیث کے ذریعہ ان کو اس چیز سے روک مت دینا کہ وہ احادیث کے ذکر وشغف میں مشغول ہو کر قرآن کو مہجوری کی حالت میں ڈال دیں۔ لہٰذا رسول کریم ﷺ کی روایات بہت کم بیان کیا کرنا۔ جاؤ دین کی حفاظت واشاعت کا کام سرانجام دو اور اس کام میں، میں تمہارا شریک ہوں"[33]۔

درجہ بالا اقتباس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کس قدر حقیقت شناس، ذہین وفطین اور دور اندیش تھے کہ یہ ہدایت فرمائی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تلاوت قرآن پاک کے ذوق وشوق میں کمی واقع ہو جائے۔ قرآن وحدیث دونوں پر عمل میں وہ ربط وتوازن قائم رہنا چاہیے جو حضرات خلفائے راشدین نے عملاً دکھایا اور بتلایا۔ کاش ہم بھی اس نکتہ پر عمل کریں۔

سلمہ بن کہیل نے حبۃ العرانی[34] کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو لکھا:

"اے کوفہ والو! تم عرب کا سر اور اس کا تاج ہو اور تم میرے تیر ہو جو ادھر ادھر پھینکا جاتا ہے یعنی تم مدافعت، اشاعت اور جہاد کا کام خوب کر رہے ہو میں نے تم پر اللہ کا ایک بندہ عامل بنا کر بھیجا ہے اور میں نے اس کو اپنے نفس پر ترجیح دی ہے"[35]۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

"لوگوں میں سب سے زیادہ اہمیت یافتہ لوگ اہل کوفہ ہیں"۔

قاسم[36] کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اس بستی کے چراغ ہیں"۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اصحاب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بستی کے چراغ ہیں جو لوگوں کو علم دین کی روشنی دے رہے ہیں"[37]۔

کوفہ کی علمی حیثیت کا اندازہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان ریمارکس سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ جب خلیفہ رابع کوفہ تشریف لائے تو آپ نے یہاں کی فضا کو علم سے معمور پایا چنانچہ امام ابو بکر عتیق بن داؤد یمانی رحمہ اللہ[38] فرماتے ہیں:

"حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کوفہ میں ورود ہوا یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ وہاں پر لوگوں کو فقیہ بنانے میں مصروف تھے، خلیفہ رابع نے مسجد کوفہ میں آ کر دیکھا تو چار سو کے قریب دواتیں رکھی ہوئی تھیں اور طلباء کتابت علم میں مصروف تھے یہ دیکھ آپ نے فرمایا:

"لقد ترک ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ھؤلاء سرج الکوفۃ"[39]۔

"بلاشبہ ابن ام عبد یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کوفہ کے چراغ بنا کر چھوڑا ہے"۔

تفقہ کا درجہ علوم شرعیہ کا آخری درجہ ہے اس لئے جب معلمین فقہ کی تعداد یہ تھی تو ظاہر ہے کہ طلبہ حدیث کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہو گی۔ چنانچہ حافظ سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں ابن سیرین سے جو اکابر تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں اس سلسلہ میں یہ روایت نقل کی ہے:

"قدمت الكوفة وبهااربعة ألاف يطلبون الحديث" [40]

"میں کوفہ آیا تو وہاں چار ہزار حدیث کے طالب علم موجود تھے"۔

محدث حاکم نیشاپوری نے معرفۃ علوم الحدیث لکھی[41] یعنی تابعین اور تبع تابعین کے ان مشاہیر ائمہ ثقات کی معرفت کہ جن کی حدیثیں حفظ اور مذاکرہ کے لئے جمع کی جاتی ہیں اور جن سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور جن کا ذکر مشرق سے لیکر مغرب تک ہے۔ بلاد اسلامیہ کے ان تمام نامور ائمہ کو نام بنام گنا گیا ہے جو اس عنوان کے تحت آتے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں تمام اسلامی علوم کے مراکز کے محدثین کی فہرست دی ہے۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ ان تمام مقامات میں یہ امتیاز صرف اور صرف کوفہ ہی کو حاصل ہے کہ وہاں کے ائمہ ثقات میں حاکم نے ان ائمہ ثقات مشہورین کی فہرست میں امام ابو حنیفہؒ اور امام زفرؒ کا بھی نام لیا ہے۔ اس طرح طبقات ابن سعد میں کسی مقام کے اتنے علماء مذکور نہیں جتنے کہ کوفہ کے ہیں چنانچہ بلاد اسلامیہ میں یہ خصوصیت صرف کوفیین کی ہے کہ طبقات کی پوری ضخیم جلد صرف انہی کے تراجم پر مشتمل ہے جس سے کوفہ کی علمی منزلت اور اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پوری تعداد ہی صحابہ کرام پر مشتمل تھی لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اس پوری تعداد نے کوفہ کو وطن بنالیا ہو۔ اگرچہ کوفہ کے تمدن اور تمول کو دیکھ کر زیادہ قریب قیاس یہی ہے کہ صحابہ کا یہ جم غفیر اسی جگہ آباد ہوا ہو۔ لیکن اس کا بھی احتمال ہے کہ ان میں سے کچھ حضرات واپس ہو گئے ہوں مگر حافظ سخاوی[42] کے بیان سے پہلے احتمال کی تائید ہوتی ہے۔

وہ حافظ ذہبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم جیسے حضرات نیز صحابہ کرام کی ایک خلقت کوفہ میں آکر اتری"[43]۔

اس موضوع پر ان بزرگوں نے یہ بات اپنے علم کی حد تک بیان کی ہے اسی لئے اس حوالے سے خیالات مختلف ہیں۔

چنانچہ امام حاکم نے اپنی مشہور کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں ان مشاہیر کے نام لکھے ہیں جو حضور انور ﷺ کے بعد مدینہ طیبہ سے دوسرے اسلامی شہروں میں منتقل ہو گئے۔ اس سلسلے میں انہوں نے سب سے پہلے کوفہ سے ابتداء کی ہے اور سب سے زیادہ اسی جگہ آنے والوں کی تعداد بتائی ہے۔ حافظ ابو بشر دولابی[44] نے قتادہ سے نقل کیا ہے کہ حضور انور ﷺ کے صحابہ میں سے ایک ہزار پچاس اشخاص اور پچاس وہ بزرگ کہ جو غزوہ بدر میں آپ کے ہمرکاب تھے کوفہ میں فروکش ہوئے[45]۔

امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ نے اپنی تاریخ میں اس سے زیادہ تعداد بتائی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ آکر آباد ہوئے[46]۔

حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر، حافظ ابوبشر دولابی اور امام ابوالحسن عجلی رحمہم اللہ کے بیانات میں کوئی تضاد نہیں ہے، صحابہ کی تعداد تو زیادہ ہی ہے مگر تعیین عدد ہر شخص نے اپنے علم کے مطابق کی ہے۔ خود صحابہ کی تعداد کے بارے میں علماء کا ایسا ہی اختلاف ہے۔

حافظ ابوزرعہ[47] نے ایک لاکھ چودہ ہزار بتائی ہے۔ حافظ ابن حزم نے ایک لاکھ بتیس ہزار لکھی ہے۔ اور شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں جو تعداد بتائی ہے وہ درج ذیل ہیں:

"لما خرج الی الحج فحضرمعه، نحومن مأة الفٍ واربعةٍ وعشرين الفاً"[48]۔

"اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ ہر شخص نے اپنے علم کے مطابق تعداد لکھی ہے"۔

صحابہ کی اس کثرت کے ساتھ احمد امین نے کوفہ کا درجہ ذیل علمی نسب نامہ مرتب کیا:

کوفہ میں کئی صحابہ کرام کا وُرود ہوا۔ علمی لحاظ سے ان میں زیادہ مشہور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم کی نشر واشاعت کے لئے سیاسی جھمیلوں کی وجہ سے وہ فراغت نہیں ہوئی جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی ہے، صحابہ کرام میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بڑی علمی شخصیت تھی۔ مسلمان ہونے میں ان کا چھٹا نمبر تھا۔ مہاجرین حبشہ کے ساتھ حبشہ بھی ہجرت کی اور بعد ازاں مدینہ حضور انور ﷺ کے ملازم صحبت تھے۔ قرآن خوانی اور قرآن دانی سے بے حد شغف تھا۔ اسلامی تعلیم تفسیر قرآن میں امتیازی مقام کی وجہ سے آپ کا کبار علماء صحابہ میں شمار تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کے شہریوں کا معلم بنا کر بھیجا تھا۔ اہل کوفہ نے ان سے علم حاصل کیا اور ان کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کی۔ اور صرف علم ہی نہیں بلکہ اخلاق وآداب بھی ان سے ہی لیے۔ ان کے شاگردوں کے بارے میں سعید ابن جبیرؒ کا کہنا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ہی اس شہر کے چشم وچراغ ہیں آپ لوگوں کو قرآن بھی پڑھاتے، تفسیر بھی سکھاتے اور حضور انور ﷺ کی احادیث بھی بیان کرتے اور فتاویٰ بھی کتاب وسنت سے یا پھر اپنے اجتہاد سے دیتے۔ آپ کے مدرسہ کے چھ شاگرد مشہور ہیں علقمہ[49]، اسود[50]، مسروق[51]، عبیدہ[52]، حارث اور عمرو بن شرحبیل یہ حضرات کوفہ میں تعلیم وافتاء میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے جانشین ہیں لیکن سب علماء کوفہ کا علمی مرکز صرف حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہی کی شخصیت نہ تھی بلکہ ان میں سے بہتوں نے مدینہ جا کر حضرت فاروق اعظم، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت معاذ بن جبل اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علمی استفادہ کیا ہے اس کے نتیجے میں کوفہ کو ایک علمی گھرانہ کی حیثیت بھی حاصل ہوگئی۔ کوفہ کے علماء میں شریح، شعبی، نخعی اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ بہت مشہور ہیں۔ اس بستی میں علمی ترقی ہوتی رہی تا آنکہ علم کا یہی تاج امام اعظمؒ کے سر رکھا گیا[53]۔

فی الواقع صحابہ کی اس کثرت کے باوجود علماء کوفہ نے صرف حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہی پر علمی استفادہ میں قناعت نہیں کی بلکہ ان کے شوق طلب کا عالم یہ تھا کہ وہ اس کی خاطر مدینے کا سفر کرتے تھے۔ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"ابوعبد الرحمن السلمیؒ اور دیگر علماء کوفہ جیسے علقمہ، اسود، حارث، زر بن جیش رحمہم اللہ کہ جن کے پاس عاصم بن ابی النجودؒ[54] نے قرآن پاک کی قرأت کی ہے۔ ان سب لوگوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن

سیکھا۔ نیز یہی حضرات مدینہ جاتے اور کوفہ کے قاضی شریحؒ نے فقہ کی تعلیم یمن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے لی تھی"[55]۔

اور پھر چند اوراق کے بعد لکھتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ حضرت عمر، علی اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کرتے تھے"۔

یہاں مجھے صرف یہ بتانا ہے کہ امام اعظمؒ کی یہ بستی علمی بستی ہے۔ مختصر یہ کہ فن قرأت و تجوید کے اگر سات امام ہیں جن کو قراء سبعہ کہتے ہیں تو ان میں سے تین عاصم، حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ کوفی ہیں[56]۔ علم التفسیر میں خود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو اعلم الناس بالتفسیر بتایا گیا ہے[57] حضرت سعید بن جبیرؒ جن کو حضرت قتادہؒ تفسیر کا سب سے بڑا عالم مانتے ہیں وہ کوفہ ہی کے رہنے والے ہیں۔ عربیت اور نحو کی تدوین بھی کوفہ اور بصرہ میں ہوئی چنانچہ لغت اور نحو کی کتابوں میں ان دو شہروں کے سوا کسی شہر کے علماء کا اختلاف ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن نے کیسی اچھی بات لکھی ہے:

"علم نحو نے کوفہ و بصرہ کے ان دو شہروں میں نشو و نما پائی ہے جو پہلی صدی ہجری میں اسلامی ثقافت کے سب سے اہم مراکز تھے۔ جہاں علم کلام اور علم فقہ کی اساس رکھی گئی ہے اور جہاں ادب اور فنون کے مدرسے قائم ہوئے"[58]۔

الغرض امام اعظم نے جس بستی میں آنکھ کھولی بچپن اور لڑکپن گذارا وہ صرف تمدن و تمول ہی کا گہوارہ نہیں بلکہ علوم و فنون کی نگری بھی ہے۔

کوفہ میں علم حدیث کی ترویج:

فتوح البلدان میں امام احمد بن یحییٰ بغدادیؒ نے بحوالہ نافع بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کوفہ کے بارے میں یہ تاثر لکھا ہے

'بالكوفـــةوجوه النـــاس''

"کوفہ میں بڑے لوگ ہیں."

ظاہر ہے کہ حضرت فاروق اعظم یہاں جس وجاہت کا تذکرہ فرمارہے ہیں وہ دینی اور علمی وجاہت کے سوا کچھ نہیں۔ اس کی تائید خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اُس خط سے ہوتی ہے۔ جو انہوں نے کوفہ والوں کے نام لکھا ہے اور جسے حافظ ابو نعیم 430ھ میں نقل کیا ہے[59]۔

"میں نے تمہارے پاس عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بحیثیت امیر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بحیثیت معلم اور وزیر روانہ کیا ہے۔ یہ دونوں حضور ﷺ کے صحابہ ہیں منتخب اور برگزیدہ ہستیاں ہیں صرف صحابہ نہیں بلکہ شرکائے بدر میں سے ہیں تم ان کی اقتداء کرو دیکھو عبداللہ رضی اللہ عنہ کے معاملے میں میں نے تم کو اپنے اوپر ترجیح دی ہے"[60]۔

اس خالص علمی وجاہت کی وجہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے امام ربانی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک بار کھڑا دیکھ کر فرمایا تھا:

''كنيف مليئ علماً''[61]۔

''علم سے بھرا ہوا برتن ہے''۔

اس کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ لوگوں کو فقہ پڑھانے میں مشغول تھے آپ نے کوفہ کی مرکز حدیث میں آکر دیکھا کہ چار صد کے قریب دواتیں رکھی ہوئی تھیں اور طلبہ لکھنے میں ہمہ تن مصروف تھے یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لقدترک ابن ام عبدٍ هؤلاء سرج الکوفة ''[62]۔

جب فقہ یعنی علم قانون جو علوم شرعیہ کا آخری درجہ ہے اس کے طلبہ کی تعداد یہ تھی تو ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث کے طلبہ کی تعداد تو اس سے کئی گناہ زائد ہو گی۔ چنانچہ امام ابو بکر الجصاص رازی نے احکام القرآن میں حجاج کے خلاف عبد الرحمن بن الاشعث کی قیادت میں اٹھی ہوئی تحریک کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس تحریک میں نکلنے والوں میں قاریوں کی تعداد چار ہزار تھی''[63]۔

اور حافظ جلال الدین السیوطیؒ نے تدریب الراوی میں امام ابن سیرین سے جو اکابر تابعین میں سے ہیں حدیث کے طالب علموں کے بارے میں یہ بیان نقل کیا ہے

''قدمت الكوفةوفيهااربعةالافٍ يطلبون الحديث''[64]۔

''میں کوفہ آیا تو وہاں چار ہزار حدیث کے طالب علم تھے''۔

طبقات ابن سعد کی ایک پوری جلد میں کوفہ کے علماء کا تذکرہ ہے۔ ان میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے علماء کا ایک طویل تذکرہ ہے ہم نے سرسری طور پر طبقات میں کوفہ کے علماء کو شمار کیا تو ان کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ نکلی جب کہ اسی کتاب میں دوسرے شہروں کے علماء کا شمار اس کے عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

مشہور محدث حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث میں اسلامی شہروں کے نامور محدثین کا تذکرہ کیا ہے مگر آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ تمام شہروں میں یہ شرف صرف کوفہ ہی کو حاصل ہے کہ اس کے ائمہ حدیث کا تذکرہ کتاب کے پورے ساڑھے سات صفحات پر پھیلا ہوا ہے جب کہ دوسرے شہروں میں سے کسی بھی شہر کے محدثین کا تذکرہ اسی کتاب میں ایک صفحہ سے زائد نہیں ہے۔

حافظ ابو محمد رامہرمزی[65] نے اپنی کتاب "المحدث الفاصل" میں کوفہ میں علم حدیث کے موضوع پر مشہور محدث عفان بن مسلمؒ[66] سے بسند متصل نقل کیا ہے۔

عفان بن مسلم کہتے ہیں کہ:

"کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہم فلاں کتابیں نقل کر چکے ہیں۔ اس پر فرمانے لگے کہ ہماری رائے میں اس قسم کے لوگ کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ ہمارا دستور تو یہ تھا کہ جب ایک استاد کے پاس جاتے تو اس سے وہ روایتیں سنتے جو کسی اور سے نہ سنی ہوتیں اور دوسرے سے وہ سنتے جو پہلے سے نہ سنی ہوتی ہیں چنانچہ جب ہم کوفہ آئے تو چار ماہ ٹھہرے اگر ہم چاہتے کہ ایک لاکھ حدیثیں لکھ لیں تو لکھ سکتے تھے مگر ہم نے صرف پچاس ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔ ہم نے کوفہ میں کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو عربیت میں غلطی کرتا ہو"[67]۔

اور علامہ تاج الدین سبکی[68] نے الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ[69] میں حافظ ابو بکر بن ابی داؤد[70] کی زبانی یہ بیان لکھا ہے:

"میں جب کوفہ آیا تو میرے پاس ایک ہی درہم تھا میں نے اس درہم سے تیس مدلوبیا خرید لیا۔ ایک مد کھاتا اور اشج سے ایک ہزار حدیثیں لکھتا۔ اس طرح ایک ماہ میں، میں نے تیس ہزار حدیثیں جن میں مقطوع[71]) اور مرسل[72] بھی شامل تھیں لکھ لیں"[73]۔

ذرا غور فرمایئے اس شہر میں حدیث کی بہتات کا کیا حال ہو گا عفان بن مسلمؒ جیسا امام، عالم، حافظ چار ماہ میں پچاس ہزار حدیثیں لکھ لیتے ہیں۔ کیا حدیث کی اس بستی کو کوئی ذہین آدمی قلیل الحدیث بستی کہہ سکتا ہے؟

یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ سے جب ان کے صاحبزادے عبد اللہؒ نے دریافت کیا کہ آپ کی رائے میں طالب علم کو کیا کرنا چاہیے آیا ایک ہی استاد کی خدمت میں برابر حاضر رہ کر اسی سے حدیثیں لکھتا رہے یا ان مقامات کا رخ کرے جہاں علم کا چرچا ہے اور وہاں جا کر علماء سے استفادہ کرے۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اسے سفر کرنا چاہیے اور دوسرے مقامات کے علماء سے حدیثیں لکھنی چاہئیں اور ان علماء میں سب سے پہلے امام احمدؒ نے کوفیین ہی کا ذکر کیا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

"يرحل ويكتب من الكوفيين والبصريين واهل المدينةومكة"[74]۔

"سفر کرے اور کوفیوں، بصریوں اور مدینہ اور مکہ والوں سے احادیث لکھے"۔

امام بخاری نے طلب حدیث میں بخارا سے لے کر مصر تک تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا تھا دو دفعہ جزیرہ گئے چار بار بصرہ جانا ہوا چھ سال تک حجاز میں مقیم رہے مگر اس کے باوجود مکہ و بغداد کو اتنی اہمیت تھی کہ فرماتے ہیں:

"میں شمار نہیں کر سکتا کہ محدثین کی ہمرکابی میں کوفہ اور بغداد کتنی بار مجھے جانے کا اتفاق ہوا ہے"[75]۔

آج بھی اگر اسماء رجال کی کتابیں کھول کر بیٹھیں تو ہزاروں راوی آپ کو کوفہ کے نظر آئیں گے جن کی روایات سے صحیحین اور غیر صحیحین بھری پڑی ہیں۔ صرف بخاری شریف کو اٹھالیجئے اور اس میں جس قدر صحابہ سے احادیث منقول ہو کر آئی ہیں ان پر ایک سرسری نظر ڈالیے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی[76] نے بترتیب حروف تہجی مقدمہ فتح الباری میں تمام صحابہ کو نام بنام لکھ دیا ہے۔ ان صحابہ میں سے جو خاص کوفہ میں آکر جاگزین ہوئے ان کے نام پڑھ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ بار بار کوفہ کیوں تشریف لے جاتے اور یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ کوفہ کا حدیث میں کیا مقام ہے۔

باقی کتب حدیث میں کوفی راویان حدیث بہت زیادہ ہیں[77]۔

ذرا ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہیں اور بخاری شریف ہی پر نگاہ ڈالتے ہیں کہ اس کے راویوں میں سب سے زیادہ تعداد جس شہر کے راویوں کی ہے وہ کوفہ ہی کے ہیں۔ راقم الحروف نے اس ارادے سے بخاری شریف کے راویوں کا جائزہ لیا تو صرف شہر کوفہ کے راویوں کی تعداد صحیح بخاری میں تین سو سے زائد ملی ہے[78]۔

علمائے محدثین نے حفاظ حدیث کے حالات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں صرف ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو اپنے وقت میں حفاظ حدیث تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور کتاب تذکرۃ الحفاظ ہے۔ یہ حافظ شمس الدین الذہبی متوفی:728ھ) کی تصنیف ہے حافظ موصوف نے اس کتاب میں کسی ایسے شخص کا تذکرہ نہیں لکھا ہے جس کا شمار حفاظ حدیث میں نہ ہو۔ چنانچہ علامہ ابن قتیبہؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

ابن قتیبہؒ علم کا خزانہ ہیں لیکن حدیث میں ان کا کام تھوڑا ہے اس لئے میں نے ان کا تذکرہ نہیں کیا[79]۔

اور خارجہ بن زید اگرچہ فقہائے سبعہ میں سے ہیں مگر ان کے بارے میں صاف تصریح کر دی ہے کہ چونکہ وہ قلیل الحدیث تھے اس لئے میں نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار نہیں کیا[80]۔

اس کتاب میں سے صرف 252ھ تک کے ان محدثین کا تذکرہ اس حوالے سے سے پڑھ لینے کے قابل ہے جن کو امام ذہبی نے کوفی کہا ہے یہاں صرف ان محدثین کا تذکرہ کیا جائے گا جن کے لئے امام ذہبی نے کتاب میں مستقل عنوان قائم کیا ہے۔

درج بالا حفاظ کے علاوہ بھی کوفہ کے محدثین لاتعداد ہیں۔ یہ تعداد تذکرۃ الحفاظ سے لی گئی ہے جو 248 ہجری تک ہو گذرے ہیں۔

دور صحابہ 102 ہجری سے 200 ہجری تک علم حدیث کے نام سے جو علمی ذخیرہ آج دنیا میں موجود ہے وہ حسب تصریح امام حاکم چار ہزار مردوزن صحابہ پر مشتمل ہے [81]:

"قد روی عن النبی صلی الله علیه وسلم اربعة الاف من الصحابة رجل وامرأة"[82]۔

"یعنی صرف چار ہزار مردوزن صحابہ سے علم حدیث کا ذخیرہ حاصل کیا گیا ہے"۔

جن تابعین نے صحابہ کرام سے یہ علم حاصل کیا اور بعد کی نسلوں کی طرف منتقل کیا ہے ان کی تعداد کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف طبقات ابن سعد میں چند مرکزی شہروں کے جن محدثین تابعین کے حالات ملتے ہیں وہ یہ ہیں:

الف۔ مدینہ منورہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔484

ب۔ مکہ مکرمہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔131

ج۔ بصرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔164

د۔ کوفہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔413

درج بالا مراکز حدیث میں سب سے زیادہ تعداد مدینہ منورہ اور کوفہ میں رہی۔ وجہ یہ ہے کہ ان دونوں مراکز کو فقہ اور حدیث میں پوری اسلامی دنیا میں مرکزیت حاصل تھی۔ امام مالکؒ فرماتے تھے کہ علم کی دنیا میں صرف ان ہی دو شہروں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ

علمی مباحث میں ان کا ذکر کیا جائے۔یہی دو شہر ہیں جہاں کے " اتفاق"کو کتابوں میں نقل کیا جاتا ہے جیسے اہل مدینہ کے اتفاقی مسائل کا تذکرہ امام مالکؒ مؤطا میں اس طرح کرتے ہیں:"وتلک السنة التی لااختلاف فیهاعندنا"[83]۔

ایسے ہی اہل کوفہ کے اجتماعی مسائل کو بتانے کے لئے ایسے موقع پر امام محمدؒ یہ فرماتے ہیں:

''هو قول ابی حنیفة والعامة من فقهائنا''[84]۔

اور اگر مدینہ والوں کو کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو امام مالکؒ فرماتے ہیں:

''هذا احسن ما سمعت فی ذلک''[85]

اور امام محمدؒ اہل کوفہ کے اختلاف کی طرف یہ کہہ کر اشارہ فرماتے ہیں:"هو احب الینا"[86]۔

الغرض مدینہ اور کوفہ میں ائمہ تابعین کی یہ کثرت کوئی حیرت والی بات نہیں ہے۔ان ائمہ تابعین کے حالات زندگی اور علمی کارناموں کے بارے میں اس مقالہ میں جگہ جگہ وضاحت کی گئی ہے۔اور یہ بھی بتایا ہے کہ ان ائمہ تابعین نے صحابہ کرام کے زمانے کا بہت بڑا حصہ پایا ہے ان میں سے بیشتر وہ ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کے گھروں اور صحابیات کی گود میں پرورش پائی ہے۔

مدینہ منورہ میں تابعین میں حدیث وآثار کا سرچشمہ اگر سعید بن مسیب، عروۃ بن الزبیر اور قاسم بن محمد رحمہم اللہ ہیں تو کوفہ میں مسروق، علقمہ اوراسود بن یزید نخعی رحمہم اللہ ہیں۔سعید کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے راوی کبیر کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہے عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے اور قاسمؒ ان کے بھتیجے ہیں اوران دونوں کی حضرت عائشہ نے ہی پرورش کی ہے۔کوفہ کے مسروق بن الاجدعؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متبنیٰ اور لے پالک ہیں۔علقمہؒ کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علمی تربیت فرمائی اوران کو براہ راست فاروق اعظم، علی مرتضیٰ، ابوالدرداء اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سے استفادہ کا موقع ملا ہے ۔ اسودؒ بھی علقمہؒ کے بھائی اورابراہیم نخعیؒ کے ماموں ہیں۔تابعین میں سے ایک ایک شخص نے صحابہ کرام سے مل کر نبی کریم ﷺ کے حالات معلوم کیے ہیں اور آپ کے ارشادات، خلفائے راشدین کے عدالتی فیصلوں اور فتاویٰ کے متعلق واقفیت بہم پہنچائی ہے۔احادیث کا اکثر وبیشتر ذخیرہ ان ہی تابعین کی وساطت سے ان کے تلامذہ کے ذریعے امت کو وراثت میں ملا ہے یہ ان ہی کے تلامذہ ہیں جنہوں نے اپنے ان اساتذہ کے علوم کو سینوں سے صحیفوں میں منتقل کیا ہے۔

امام بخاری اور کوفہ:

کوفہ کے بارے میں امام المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

''کوفہ کی شہرت کی وجہ سے امام بخاریؒ نے فرمایا تھا کہ میں تحصیل علم حدیث کے لئے کوفہ میں اتنی بار آیا ہوں کہ شمار نہیں کرسکتا''۔

عفان بن مسلم الانصاری البصری[87] امام بخاریؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کے استاذ ہیں یہ روایت حدیث میں اس قدر محتاط تھے کہ ابن المدینی فرمایا کرتے تھے کہ کسی حدیث کے ایک حرف میں بھی ان کو شک ہو جاتا تو اس کی روایت نہیں کرتے تھے[88]۔

کثرت محدثین وقلت فقہاء:

مرکز کوفہ میں ایک اہم چیز قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ سب جانتے ہیں کہ صحابہ کرام کے دور میں محدثین تو ہزاروں میں تھے لیکن فقہاء صحابہ صرف چند ہی تھے جن کو آپ چاہیں تو انگلیوں سے گن سکتے ہیں۔ مرکز کوفہ میں فقہاء کی بہ نسبت محدثین کی تعداد بہت کم ہے حالانکہ حضرت علی وعبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی وجہ سے وہ خاص طور سے فقہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیہ کی مہم بہت شاق اور فقہ کا علم سب سے زیادہ دشوار ہے اور جن حضرات نے فقہ کو سہل وآسان قرار دیا وہ درست نہیں، پھر جن حضرات نے فقہ وحدیث دونوں میں کمال حاصل کیا ان کا مرتبہ سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

سفیان بن عیینہ جو ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں کہا کرتے تھے:

''من اراد المغازی فالمدینة ومن ارادالمناسک فمکة ومن اراد الفقه فالکوفة''[89]۔

''جو مغازی سیکھنا چاہتا ہے وہ مدینہ منورہ کا رخ کرے جو مناسک حج سیکھنا چاہتا ہے وہ مکہ کا رخ کرے اور جو فقہ سیکھنا چاہتا ہے وہ کوفہ کوچ کرے''۔

علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں کوفہ کے ذکر میں سفیان ثوری سے ابن عیینہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''خذوا المناسک عن اهل مکة وخذوا القراء ة عن اهل المدینة وخذوا الحلال والحرام عن اهل الکوفة''[90]۔

''یعنی مناسک حج مکہ والوں سے، قراءت مدینہ کے رہنے والوں سے اور حلال وحرام کے مسائل سیکھنے کے لئے اہل کوفہ کی طرف رجوع کرو''۔

رسول کریم ﷺ کے بعد علوم نبوت کے تین مراکز تھے، مکہ، مدینہ اور کوفہ، مکہ کے صدر مدرس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تھے مدینہ کے حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما اور کوفہ کے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے[91]۔

عبد الجبار بن عباس نے بیان کیا کہ میرے والد نے عطاء بن ابی رباح محدث مکہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا کہ تمہارا مکان کہاں ہے؟ کہا کوفہ! عطاء نے فرمایا تعجب ہے تو مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہو مکہ والوں نے تو علم کوفہ والوں سے حاصل کیا ہے[92]۔

خلاصہ بحث:

جملہ اسلامی علوم کا چشمہ آپ ﷺ کی ذات والاصفات سے پھوٹا۔ مکہ میں آپ ﷺ کی نبوت کی ابتداء اور مدینہ میں تکمیل ہوئی۔ اور مکہ اور مدینہ علوم نبوت کے اولین مراکز قرار پائے۔ آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے ان مراکز کو آباد کئے رکھا۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مختلف دینی اور ریاستی ضروریات کے پیش نظر حضرات صحابہ کرام مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ اور جن جن علاقوں میں یہ حضرات آباد ہوئے وہ دینی مراکز بنے۔ جنہوں نے تمام اسلامی علوم اور بالخصوص علم حدیث کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ تاہم اپنی مخصوص امتیازات کی وجہ سے حجاز میں مکہ اور مدینہ اور عراق میں بصرہ اور کوفہ نے زیادہ شہرت پائی۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] تذکرۃ الحفاظ، ج 1، ص 14

[2] شرح صحیح مسلم از علامہ نووی، باب القراءۃ فی الظہر والعصر، شرح النووی علی مسلم، ج 4، ص 175

[3] حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ، ج 1، ص 132، طبع منیریہ مصر

[4] منہاج السنہ، لشیخ الاسلام ابن تیمیہ، ج 4، ص 137، طبع منیریہ مصر

[5] نام علی بن احمد بن سعید بن حزم ہے۔ قرطبہ میں 384 ہجری میں پیدا ہوئے اور 506 ہجری میں بعمر 72 سال وفات پائی (جوامع السیرۃ مقدمہ، 24، مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی نمبر 18)

[6] پورا رسالہ علامہ احمد بن محمد مقرظی المتوفی 1041ھ نے نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب کے باب سابع میں نقل کر دیا ہے (نفح الطیب من غصن الأندلس الرطیب، وذکر وزیرھا لسان الدین بن الخطیب، شھاب الدین أحمد بن محمد المقري التلمساني (المتوفی: 1041ھ-) إحسان عباس، دار صادر- بیروت- لبنان، 1900، 10، ج 1، ص 327)

[7] نفح الطیب، التلمسانی، احمد بن محمد، ج 4، ص 171، غصن الاندلس، طبع دار صادر بیروت 1968ء

[8] شیخ الاسلام ابن تیمیہ: شیخ الاسلام اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ 728 ہجری میں فوت ہوئے (حسن المحاضرة في تاریخ مصر والقاهرة، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدین السیوطي (المتوفی: 911ھ-)، دار إحیاء الکتب العربیة- عیسی البابي الحلبي وشرکاہ- مصر 1967م، ج 1، ص 387)

[9] منہاج السنہ، لشیخ الاسلام ابن تیمیہ، ج 4، ص 139، جامعہ الامام محمد بن سعود، 1406ھ بمطابق 1986ء

[10] ایضاً، ج 4، ص 142

[11] ایضاً، ص 157

[12] سنن ابن ماجہ، ابن ماجة أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، وماجة اسم أبیہ یزید (المتوفی 273) دار حیاء الکتب العربیة، فیصل عیسی البابی الحلبی، ج 1 ص، 34۔

[13] ابو عبد اللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی نام ہے۔ 202 ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے اور 294 ہجری میں 92 سال کی عمر میں سمرقند میں وفات ہوئے (قیام اللیل، ص 9، اکادمی فیصل آباد، سن 1408ھ)

[14] الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، المؤلف: عبد القادر بن محمد بن نصر اللہ القرشی، أبو محمد، محیی الدین الحنفی (المتوفی 775ھ الناشر: میر محمد کتب خانہ - کراتشی۔ ج 2، ص 201)، تذکرہ نضر بن محمد۔

[15] عبد العزیز بن ابی رزمہ: آپ ثقہ علماء میں شامل تھے۔ 206 ہجری میں وفات پائی (التقریب، ج 1 ترجمہ 4590)

[16] عبد اللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث الکلاباذی السبذمونی، أبو محمد، 340ھ کو پیدا ہوئے۔ بخاریٰ میں سبذمون 'بستی میں مقیم تھے اور علم کی خاطر خراسان، عراق اور حجاز کے اسفار کئے۔ ائمۃ حنفیۃ میں سے تھے اور علماء کے مابین الاستاذ کے نام سے معروف تھے۔ انہوں نے مسند ابی حنیفہ لکھی۔ انتقال 258ھ میں ہوا (أصول الدین عند المام أبي حنیفة، ص 99)

[17] ایضاً

[18] الطبقات الكبرى ط العلمية۔ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصري، البغدادي المعروف بابن سعد (المتوفى 230ھ) دار الكتب العلمية – بيروت۔ الطبعة: الأولى، 1990ء، ج6، ص86

[19] وکیع بن الجراح: وکیع بن الجراح بن ملیح الرؤسی نام تھا۔ ابو سفیان کنیت تھی۔ الکوفی لقب تھا۔ ثقہ حافظ تھے۔ 97 ہجری میں 70 سال کی عمر میں فوت ہوئے (تقریب، ج2، ص338، ترجمہ 8348)

[20] الطبقات الكبرى ط العلمية، ج6، ص86

[21] ایضاً

[22] ایضاً

[23] شمر بن عطیہ: نام شمر بن عطیہ الدسری ہے۔ لقب کوفی تھا۔ ثقہ اور صدوق عالم تھے (تقریب، ج1، ص341، رقم الترجمہ 3122)

[24] الطبقات الكبرى ط العلمية، ج6، ص86

[25] عمار الذہبی، ابو معاویہ عمار بن معاویہ بن اسلم البجلی الدہنی الکوفی نام ہے۔ احمد بن حنبل نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ 133ھ میں فوت ہوئے (سیر اعلام النبلاء، ج6، ص138، ترجمہ 48)

[26] الطبقات الكبرى ط العلمية، ج6، ص86

[27] سلمۃ بن کہیل: نام سلمۃ بن کہیل الحضرمی نام تھا۔ ابو یحیی کنیت تھی جبکہ لقب الکوفی تھا۔ ثقہ عالم دین تھے (تقریب ج1، ص308، ترجمہ 2763)

[28] الطبقات الكبرى ط العلمية، ج6، ص87

[29] ایضاً

[30] ابو صادق: ابو صادق الازدی الکوفی کا اصل نام مسلم بن یزید تھا۔ بعض نے عبداللہ بن ناجد بتایا ہے۔ ثقہ اور صادق عالم تھے (تقریب، ج2، ص421، ترجمہ 9544)

[31] الفتن، نعیم بن حماد، ج1، ص75، رقم 45، دار البشائر الاسلامیہ لبنان طبع 1998ء

[32] قرظہ رضی اللہ عنہ سے متعلق وضاحت صفحہ نمبر 142 پر آئے گی۔

[33] الطبقات الكبرى ط العلمية، ج6، ص87

[34] حبۃ العرانی: آپ کا اصل نام حبۃ العرانی ہے۔ کنیت ابو قدامہ ہے اور لقب الکوفی ہے۔ ثقہ عالم تھے لیکن ان سے کئی بار غلطیاں سرزد ہو چکی ہیں۔ شیعیت میں بہت غالی تھے۔ 79 ہجری میں فوت ہوئے (تقریب، ج1، ص150، رقم الترجمہ 1197)

[35] طبقات ابن سعد، ج3، ص35-34

[36] قاسم بن زکریا بن دینار القرشی نام ہے۔ ابو محمد کنیت ہے الکوفی لقب ہے۔ ثقہ راوی ہیں۔ 50 ہجری میں فوت ہوئے (تقریب، ج1، ص124، ترجمہ نمبر 7135)

[37] طبقات، ج3، ص37

[38] عتیق بن داؤد الیمانی: صاحب الرسالۃ فی مناقب ابی حنیفہ رسالۃ فی فضل ابی حنیفہ 460 کو وفات پائی۔ ابو محمد القرشی، عبد القادر بن ابی الوفاء، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنیفہ، ج ا، ص343، رقم 942، میری کتب خانہ کراچی

[39] مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ مکی، ج2، ص140

[40] علامہ سیوطی، تدریب الراوی، طبع مصر، ص275، داراحیاء التراث العربی بیروت، 1421ھ بمطابق 2001ء

[41] النوع التاسع والاربعین) میں زیر عنوان (معرفۃ الائمۃ الثقات المشھورین من التابعین وتباعھم وممن یجمع حدیثھم للحفظ والمذاکرۃ والتبرک بھم وبذکرھم من الشرق الی الغرب (معرفۃ علوم الحدیث الریاض، 1431ھ بمطابق 2010ء)

[42] سخاوی: شمس الدین، محمد بن عبد الرحمان نام تھا ابو الخیر کنیت تھی۔ 902 ہجری میں وفات ہوئے (المقاصد الحسنہ، دار الہجرہ بیروت، 1406ھ بمطابق 1986ء)

[43] الاعلان بالتوبیخ، ص92

[44] الدولابی: محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الحافظ نام تھا۔ ابو بشر کنیت تھی۔ دولابی لقب تھا۔ 224 ہجری کو پیدا ہوئے 310 ہجری کو فوت ہوئے (لسان المیزان، ج5، ص651، رقم 4983)

[45] کتاب الکنی والاسماء، ج1، ص174، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1420 ہجری بمطابق 1999ء

[46] فتح القدیر، ج1، ص42

[47] آپ کا نام عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید بن فروخ الرازی ہے۔ علم حدیث کے مشہور امام اور حافظ ہیں۔ امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ کے استاد تھے۔ (تہذیب التہذیب، ترجمہ ابوزرعہ (بل عمرو بن جریر بن عبد اللہ البجلی الکوفی ہیں (تقریب، ج2، ص423، رقم 9385)

[48] حجۃ اللہ البالغہ، ج2، ص210

[49] اسماء التابعین، ج1، ص280، رقم 830

[50] ایضاً، ص70، رقم 92

[51] ایضاً، ص362، رقم 110

[52] ایضاً، ص257، رقم 747

[53] فجر الاسلام، ص184

[54] عاصم بن ابی النجود: عاصم بن ابی النجود ابن بھدلہ نام تھا۔ (تقریب، ج1، ص368، ترجمہ نمبر 3402)

[55] منہاج السنہ، ج1، ص156

[56] حمزہ بن حبیب بن عمارۃ بن اسماعیل الزیات التیمی الکوفی ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ساتویں طبقے سے تعلق تھا یعنی کبار تبع تابعین میں سے تھے۔ 189ھ میں وفات پائی (غایۃ النھایۃ فی طبقات القراء، ج1، ص474، ترجمہ نمبر 2212، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1427ھ بمطابق 2006ء، مؤلف محمد بن محمد متوفی 833 ہجری

[57] الاتقان فی علوم القرآن، ج2، ص189

[58] تاریخ اسلام السیاسی، ج2، ص391

[59] معرفۃ الصحابہ، ج3، ص229، ترجمہ 1749

[60] الطبقات الکبریٰ، ج6، ص5، رقم 7115

[61] تذکرۃ الحفاظ، ج1، ص13

[62] مناقب موفق، ج2، ص140، مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ، 1407ھ

[63] احکام القرآن، ج1، ص، 71

[64] تدریب الراوی، السیوطی، عبد الرحمان بن ابی بکر، ص275، مکتبہ الریاض الحدیثۃ، الریاض / تقریب فی شرح، تقریب النووی

[65] رامہرمزی: امام حافظ، محدث 360ہجری کے لگ بھگ وفات ہوئے (سیر اعلام النبلاء، ج16، ص73، ترجمہ 55، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، 1422ھ بمطابق 2001ء)

[66] عفان بن مسلم: عفان بن مسلم بن عبداللہ نام تھا۔ امام، حافظ اور محدث عراق جیسے عظیم القاب تھے۔ 134ہجری میں پیدا ہوئے تھے اور 220ہجری میں فوت ہوئے۔ عفان بن مسلم امام احمد اور امام بخاری کے استاد ہیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ان کی وفات 220ھ میں ہوئی بخاری ابو داؤد کی بھی یہی رائے ہے (سیر اعلام النبلاء، ج10، ص242)

[67] مقدمہ علیٰ نصب الرایہ، ص35 (نصب الرایۃ حافظ زیلعی ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی الحنفی کی تصنیف لطیف ہے۔ زیلع حبشہ کے ساحل پر ایک گاؤں کا نام ہے، ہدایہ میں ذکر شدہ احادیث کی تخریج ہے (دار الکتب العلمیہ بیروت سے 1422 ہجری بمطابق 2002ء میں شائع ہوئی ہے۔ اور یہ عظیم کتاب ڈاکٹر محمد عمر صاحب کی لائبریری میں موجود ہے۔

[68] تاج الدین سبکی: تاج الدین سبکی، ابو انصر عبد الوہاب بن قاضی تقی الدین نام اور القاب ہے۔ 727 ہجری میں پیدا ہوئے تھے اور 771ہجری میں فوت ہوئے (طبقات الشافعیہ الکبریٰ، ج1، ص6)

[69] ملاحظہ کیجئے، طبقات الشافعیہ الکبریٰ

[70] عبداللہ بن الامام ابی داؤد سلیمان بن الاشعث نام ہے۔ 230ہجری میں سجستان میں پیدا ہوئے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں (طبقات الشافعیہ، ج2، ص226، ترجمہ نمبر 198)

[71] مقطوع: اس سے مراد وہ قول یا فعل ہے جو کسی تابعی یا اس کے پہلے کسی شخص کی طرف منسوب ہو (سہیل حسن، معجم اصطلاحات، حدیث، ص367، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد / نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص133، دار الماثور مکہ، 1997ء)

[72] مرسل: محدثین کے نزدیک وہ حدیث ہے جن کی سند کے آخر سے تابعین کے بعد والا راوی ساقط ہو (نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص133، دار الماثور مکہ، 1997ء)

[73] طبقات ابن سعد، ص130

[74] تدریب الراوی: ص177، جلال الدین السیوطی (م 911) دار احیاء التراث العربی بیروت، 1421ھ

[75] مقدمہ فتح الباری: ص194 (فتح الباری شرح صحیح البخاری حافظ احمد بن حجر عسقلانی کی مایہ ناز تصنیف ہے۔ (انعام الباری، ج1، ص136)

[76] عسقلان، فلسطین کے اطراف میں شام کا مشہور ساحلی شہر جو عروس شام کہلاتا تھا۔ عسقلان صلیبی جنگوں تک ایک بارونق شہر تھا۔ یہاں صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت آکر فروکش ہوئی اور ایک خلق کثیر نے یہاں درس حدیث دیا (معجم البلدان، ج6، ص327، دار احیاء التراث بیروت، 1429ھ۔ بمطابق 2008ء

[77] جن میں کتاب الآثار، مؤطا امام محمد، معانی الآثار، مشکل الآثار، مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ نہایت مشہور ہیں۔

[78] الکلاباذی: الکلاباذی کا نام احمد بن محمد ہے۔ 343 ہجری میں پیدا ہوئے اور 398 ہجری کو فوت ہوئے (رجال صحیح البخاری، دار المعرفۃ بیروت لبنان 1407ھ بمطابق 1987ء)

[79] ابن قتیبہ، الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ، ج2، ص 153، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1998ء

[80] الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، تذکرۃ الحفاظ، ج 1، ص 71، ترجمہ 82، دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[81] امام حاکم: نام محمد ہے ابو عبد اللہ اور ابن بیع دو کنیت ہیں اور حاکم لقب تھا۔ 321 ہجری کو نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ 405 ہجری میں فوت ہوئے۔ کئی ایک قیمتی کتابوں کے مصنف ہیں (تذکرۃ الحفاظ، ج3، ص 162)

[82] ابو عبد اللہ النیشاپوری، محمد بن عبد اللہ الحاکم، کتاب المدخل الی الاکلیل، ج 1، ص 5

[83] مؤطا امام مالک کتاب العیدین باب ما العمل فی غسل العیدین والنداء فیھما والاقامۃ، رقم 199

[84] ایضاً، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء بماء البحر، رقم 46

[85] ایضاً، کتاب الطلاق، باب ماجاء فی الحلیۃ والبریۃ، رقم 633

[86] ایضاً، کتاب الطہارۃ، باب الغسل ومن بول الصبی، رقم 40

[87] تذکرۃ الحفاظ، ج 1، ص 278، رقم 378----- معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: أبو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نُعیم بن الحکم الضبی الطہمانی النیسابوری المعروف بابن البیع (المتوفی 405ء المحقق: السید معظم حسین۔ الناشر: دار الکتب العلمیۃ-بیروت۔ ج 1، ص 191

[88] ابو محمد الزیلعی، عبد اللہ بن یوسف بن محمد، مقدمہ نصب الرایۃ لاحادیث الہدایہ، مؤسسۃ الریان للطباعۃ والنشر بیروت، 1997ء

[89] مناقب الامام الاعظم، از صدر ائمہ موفق بن احمد مکی المتوفی 568ھ، مطبوعہ دائرہ معارف النظامیہ حیدر آباد دکن ہندوستان، ج2، ص 64

[90] معجم البلدان، ج4، ص 493، مادہ الکاف والواو

[91] اعلام الموقعین، ابن قیم الجوزیہ، ج 1، ص 21، فصل الائمۃ الذین نشر والدین والفقہ

[92] طبقات ابن سعد، ذکر کوفہ، ج6، ص 11، رقم 7152